DARYAFT: ISSN 2616-6038 (E), ISSN (P): 1814-2885
Volume 14, Issue 02, (Dec 2022): DOI # https://doi.org/10.52015/daryaft.v14i2.274

فرزانہ رانی

پی ایچ ڈی سکالر شعبہ اردو،، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

ڈاکٹر رفاقت علی شاہد

شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور۔

"صحیفہ" کا سرسید احمد خاں نمبر۔۔۔ تجزیاتی مطالعہ

Farzana Rani
Scholar Ph.D Urdu Department, Allama Iqbal Open University, Islamabad.
Dr. Rafaqat Ali Shahid
Department of Urdu, Lahore Garisson Universit, Lahore.

An Analytical Study of Sir Syed Ahmad Khan Number of "Saheefa"

ABSTRACT

"Saheefa" is renowned research journal of Pakistan. Scholars need to consult its contents for seek of knowledge, literary taste and to flourish their researches, and a reader can get a pleasant food of knowledge as well. Since 1956, the year of its beginning, "Saheefa" get and has been maintaining a graceful status of a research journal. It has been publishing valuable research works during his 65 years life. "Saheefa" is also in practice of publishing its special numbers on special events and personalities accordingly, presenting their works and services appraise worthy.

Keywords: *Special, Issue, Flourish, Personality, Literature, Services, Subcontinent, Angles.*

برصغیر کے عظیم مدبر سرسید احمد خاں ۱۷اکتوبر۱۸۱۷کو دہلی میں پیدا ہوئے۔[(۱)] سرسید احمد خاں سیاسی، سماجی اور ادبی شخصیت کے مالک تھے۔ سرسید احمد خاں نے مسلمانوں کی دست گیری کی اور اپنی تخلیقات سے مسلمانوں

Received: 08th Aug, 2022 | Accepted: 10th Dec, 2022 | Available Online: 30th Dec, 2022
DARYAFT, Department of Urdu Language & Literature, NUML, Islamabad.
***This work** is licensed under a* **Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)**

میں انقلاب برپا کر دیا۔ ان کی اصلاحی کوششوں کو علی گڑھ تحریک کا نام دیا گیا۔

سرسید احمد خاں پہلے مسلمان دانش ور تھے جنھوں نے "علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ "اور" تہذیب الاخلاق" جیسے اصلاحی اور ادبی جرائد شروع کیے۔ سرسید احمد خاں نے مسلمانان ہند کی اصلاح اور ترقی کے لئے پرخلوص کوششیں کیں وہ کسی تحریک سے کم نہیں۔

علی گڑھ تحریک کے دیگر قائدین میں محسن الملک، وقارالملک، مولانا شبلی نعمانی، الطاف حسین حالی اور مولانا چراغ علی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان شخصیات نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ ہم ان کی جتنی بھی قدر کریں کم ہے۔ سرسید احمد خاں اور اُن کے ساتھیوں نے علی گڑھ تحریک کو موثر تحریک بنا دیا۔ انھوں نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ جدید تعلیم حاصل کریں اس کے لئے انھوں نے مسلمانوں کو جدید علوم حاصل کرنے کے لئے سہولتیں فراہم کیں۔ مسلمانوں کو سائنسی اور فنی علوم حاصل کرنے کی طرف راغب کیا۔ اُن کا یہ کہنا تھا کہ انگریزی تعلیم حاصل کرنا جدید دور میں ترقی کیلئے ضروری ہے۔ اسی غرض سے سرسید احمد خاں نے ۱۸۵۸ میں مرادآباد میں فارسی مدرسہ قائم کیا اور ۱۸۶۴ میں غازی پور میں سائنٹیفک سوسائٹی کی بنیاد رکھی۔ (۲)

ان تعلیمی اداروں میں فارسی کے علاوہ انگریزی زبان اور جدید علوم پڑھانے کا بندوبست بھی کیا۔ اس کے بعد ۱۸۷۵ میں مدرستہ العلوم علی گڑھ میں قائم کیا جو بعد میں علی گڑھ کالج بنا اور ان کی وفات کے بعد ۱۹۲۰ میں یونیورسٹی کا درجہ اختیار کر لیا گیا ہے۔ (۳)

مجلس ترقی ادب نے سرسید احمد خاں کی دوصد سالہ سال پیدائش کی مناسبت سے "صحیفہ" کی ایک خصوصی اشاعت کا اہتمام کیا جو جولائی ۲۰۱۷ سے ستمبر ۲۰۱۸ کے شمارے کی صورت میں منظر عام پر آئی۔ اس خاص شمارے کا سرورق جاذب نظر ہے۔ سرسید احمد خاں کا قلمی خاکہ نمایاں ہے یہ ۷۰۷ صفحات پر مشتمل خاص شمارہ ہے۔ سرورق کے آخری صفحے پر سرسید کے دوخطوط کے عکس بھی شائع کیے گئے ہیں۔ ان دونوں التزامات سے اس خاص شمارے کی وقعت میں اضافہ ہو گیا ہے۔

"صحیفہ" کا سرسید نمبر ضخیم شماروں میں اہم ترہے۔ اس شمارے کے ۷۰۷ صفحات ہیں ۲۹ صفحات زائد ہیں جو آرٹ پیپر پر ہیں اور ان صفحات میں سرسید کی کچھ کتابوں کے سرورق اور کچھ قلمی تحریروں کے عکس شائع کیے گئے ہیں۔ اس شمارے میں ۵۰ مقالات و مضامین شامل ہیں ان میں سے ۱۶ مضامین تازہ ہیں جبکہ ۳۴ مقالات و مضامین پہلے سے شائع شدہ ہیں۔ یوں مدیر نے قدیم وجدید کی دلکش آمیزش سے ایک خوبصورت گل دستہ ترتیب دیا ہے۔ اس خاص شمارے کی پیش کش بھی دیدہ زیب ہے۔ اس شمارے کی مجلس ادارت میں ڈاکٹر تحسین فراقی (صدر مجلس اور

مدیر اعلیٰ) افضل حق قرشی (مدیر) اور محمد ظہیر بدر (معاون مدیر) کے نام شامل ہیں۔ اس شمارے کے تازہ مضامین میں مدیر اعلیٰ اور مدیر کے بالترتیب ایک اور دو مقالے شامل ہیں۔ مدیر نے سر سید احمد خاں کی توقیت لکھی ہے۔[۴]

اس خاص شمارے میں یوں تو سارے مضامین و مقالات اپنی جگہ اہم ہیں لیکن اس مختصر مقالے میں سب کا جائزہ لینا ممکن نہیں اس لیے درج ذیل میں چند مضامین و مقالات کا قدرے تفصیلی جائزہ لیا اور کچھ کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے اس سے سر سید نمبر کی اہمیت واضح ہو گی۔

مدیر اعلیٰ نے سر سید احمد خاں پر ادارتی معروضات کے ساتھ ساتھ سر سید پر اپنے مقالہ "سر سید" چند معروضات اور ان کے دو غیر مطبوعہ مکتوب کے عنوان سے لکھا ہے۔ اس مقالے میں سر سید کے دو خطوط شائع کیے گئے ہیں جو انہیں محمد سلیم الرحمٰن کے توسط سے حاصل ہوئے۔ یہ دونوں خط مولوی احمد بابا مخدومی کے نام ہیں اور پوسٹ کارڈ کی صورت میں ہیں۔ پہلا خط ۱۶ اکتوبر ۱۸۹۳ کا ہے اور دوسرا سر سید کی وفات سے دو سال پہلے کا ہے یعنی ۱۰ دسمبر ۱۸۹۶ کا دونوں خطوط پر احمد بابا مخدومی کا لاہور کا پتہ انگریزی میں تحریر ہے۔ اس پتے کے اوپر کی جانب جلی حروف میں ایسٹ انڈیا پوسٹ کارڈ East India Post Card کارڈ لکھا ہوا ہے۔[۵]

پوسٹ کارڈوں پر لگی ثبت مہروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۵۸ میں کمپنی کی حکومت تو ختم ہو گئی تھی لیکن چالیس برس تک ڈاک خانوں کی مہروں اور کارڈوں پر ایسٹ انڈیا کمپنی کا نام درج ہوتا رہا۔ پہلا خط جو ۱۸۹۳ میں لکھا گیا اس میں بابا مخدومی کو ان کے ہاں فرزند کی پیدائش پر مبارک باد دی گئی ہے۔ دوسرے خط میں نزول مسیح اور ظہور مہدی پر سر سید نے اپنا موقف بیان کیا ہے۔[۶]

نامور محقق ارشد محمود ناشاد کا مقالہ "مسدس حالی" "سر سید احمد خاں اور فیروزالدین فائض" میں مسدس حالی کا ان کے مطابق خاص طور پر ذکر ہے۔ جس میں مسلمانوں کی زبوں حالی بیان کی گئی ہے۔ "مسدس حالی" پہلی بار جمادی الثانی ۱۹۹۶ بمطابق جون ۱۸۷۹ میں مطبع دہلی میں مولانا حالی کی زیر نگرانی شائع ہوئی ہے۔[۷] مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ مسدس کے چھپتے ہی حالی نے اس کا نسخہ سر سید احمد خاں کو ارسال کیا سر سید احمد خاں نے اس انقلابی تخلیق کو یوں خراج تحسین پیش کیا!

"بے شک میں اس کا محرک ہوا اور اس کو میں اپنے اعمال حسنہ میں سے سمجھتا ہوں کہ
جب خدا پوچھے گا تو کیا لایا؟ تو میں کہوں گا کہ حالی سے مسدس لکھوا لایا ہوں"[۸]

مقالہ نگار نے واضح کیا ہے کہ مسدس حالی کے فارسی، عربی، انگریزی، روسی، بنگالی، گجراتی، کشمیری، پنجابی، سندھی اور پشتو زبانوں میں تراجم اور تشریحات بھی سامنے آئیں۔ "مسدس حالی" کا سب سے پہلا ترجمہ فارسی میں ہوا۔

جو مولوی فیروزالدین شہ میری پنجاب کی ایک ریاست نور پور ضلع کانگڑا کے رئیس اور کشمیر ہائیکورٹ کے وکیل تھے۔ ان کی پیدائش امرتسر کی ہے۔ (۹)

فائض شہ میری چونکہ "مسدس حالی" سے بہت متاثر ہوئے تھے اور مسلمانوں کی حالت زار دیکھ کر تڑپ اٹھے تھے جب وہ کشمیر ہائیکورٹ کے وکیل مقرر ہوئے تو اُن کے دل میں خیال آیا کہ کشمیری لوگ اردو زبان سے نابلد ہیں۔ اس لیے انہوں نے مسدس حالی کو فارسی زبان میں منتقل کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس مقصد کے لئے انھوں نے مولانا حالی سے اجازت کے لئے سرسید احمد خاں سے مشورہ کیا۔ مولوی شہ میری کو اجازت تو مل گئی لیکن سرسید احمد خاں نے اُن کو اس کام سے باز رہنے کا مشورہ دیا جو کہ اُن کو پسند نہ آیا۔ اُن کے منع کرنے کے باوجود مولوی فیروزالدین شہ میری نے مسدس حالی کا فارسی ترجمہ کیا جو ۱۸۹۰ میں "مسدس فائضی" کے نام سے اختر ہند پریس سے شائع ہوا۔ (۱۰) اس مقالے میں مولوی فیروزالدین اور سرسید احمد خاں کے مکتوبات کا بھی ذکر ہے۔

اس خاص شمارے کا ایک اہم مقالہ میں شبلی نعمانی کا "سرسید مرحوم اور اردو لٹریچر" ہے۔ اس مقالے میں شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ سرسید احمد خاں ایک مصلح مصنف ہیں اور مسلمانوں کے لیے اپنے دل میں درد رکھتے ہیں۔ سرسید نے عشق وعاشقی کے مضامین کے بجائے اصلاحی، تاریخی، اخلاقی، سائنسی، معاشرتی غرض ہر قسم کے مضامین لکھ کر اردو ادب کو وسعت دی۔ اس کے علاوہ سرسید احمد خاں نے شاعری کے میدان میں بھی قدم رکھا اور آہی تخلص اختیار کرکے ایک چھوٹی سی مثنوی بھی لکھی۔

"نام میرا تھا کام اُن کا تھا" (۱۱)

چوں کہ یہ سرسید کا میدان نہیں تھا اس لیے جلد ہی انہوں نے اس سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ سرسید نے دلی کی تاریخ اور عمارتوں پر ایک کتاب "آثارالصنادید" لکھی جو ۱۸۴۷ میں شائع ہوئی اس زمانے میں انشاپردازی کا رواج عام تھا۔ اس لیے "آثارالصنادید" کی زبان اور اسلوب اسی طرز میں تھا۔ بعد میں اس اسلوب پر نظر ثانی کرکے انہوں نے پوری کتاب کا اسلوب بدل دیا۔ اُسی دور میں اردو اخبارات نکلنا شروع ہوئے تھے چنانچہ سرسید اور ان کے بڑے بھائی نے بھی سید الاخبار کے نام سے ایک اخبار نکالا بعد ازاں مسلمانوں کی حالت سنوارنے کے لیے سرسید نے "تہذیب الاخلاق" شروع کیا۔ اس مقالے میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ سرسید احمد خاں نے انشاپردازی کیلئے جو اصول مرتب کیے وہ انگریزی سے لیے تھے۔ اس کے علاوہ انہوں نے انگریزی کے اصلاحی مضامین کو اردو میں ڈھالا ترجمہ کے ذریعے نہیں بلکہ انگریزی مضامین کے خیالات کو اردو میں اپنے انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی۔ مولانا شبلی کے مطابق سرسید کی انشاپردازی کا کمال یہ ہے کہ وہ جب کسی علمی مسئلے پر بحث کرتے ہیں کہ تو مشکل سے مشکل بحثوں کو

اس طرح آسانی کے ساتھ بیان کر دیتے ہیں کہ پڑھنے والا محسوس کرتا ہے کہ وہ کوئی دقیق بحث نہیں پڑھ رہا بلکہ ایک دلچسپ قصہ پڑھ رہا ہے۔

آل احمد سرور کا مقالہ سرسید کے ایک مخالف (مولوی علی بخش خاں شرر) پر لکھا گیا ہے۔ ان کے مطابق سرسید احمد خاں کو ایک بہت بڑا مدبر سمجھا جاتا ہے جس نے سوئی ہوئی مسلمان قوم کو بیدار کرنے کی کوشش کی جس میں سرسید احمد خاں کو بہت سی مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ سرسید یہ نہیں سمجھتے تھے کہ ان کے مخالفین ترقی و تعلیم کے مخالف ہیں بلکہ وہ سرسید احمد خاں کے مذہبی نظریہ کے خلاف تھے۔ اس مضمون میں جن مخالف کا ذکر ہے وہ سید الحاج مولوی علی بخش خاں شرر بدایوانی تھے۔ مولوی علی بخش جس گھرانے میں پیدا ہوئے تھے وہاں جدت کو بدعت کہا جاتا تھا۔ سرسید احمد خاں نے "تہذیب الاخلاق" میں آدم کی سرگذشت مضمون لکھا جس کے جواب میں علی بخش نے ایک کتاب لکھی جس کا نام "شہاب ثاقب" ہے۔ انہوں نے جدید اور قدیم کے فرق کو واضح کرنے کی کوشش کی۔ [۱۲]

معین الدین عقیل نے اپنے مضمون "سرسید کا سب سے اہم کارنامہ" میں لکھا ہے کہ سرسید نے اپنے علمی بصیرت سے مسلمانوں کی زندگی کے تقریباً تمام شعبوں کو متاثر کیا۔ انہوں نے تعلیمی اداروں کے ساتھ ساتھ بعض علمی اور سماجی ادارے بھی قائم کے۔ جن میں پیٹریاٹک ایسوسی ایشن اور محمڈن ڈیفینس ایسوسی ایشن کی تشکیل کی جن کے ذریعے انہوں نے اپنے رفقاء اور طلبہ کی کردار سازی میں نمایاں کردار ادا کیا۔

سرسید احمد خاں نے مسلمانوں کی اخلاقی گراوٹ دور کرنے کیلئے بعض رسائل بھی جاری کیے جن میں "علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ" اور "تہذیب الاخلاق" شامل ہیں۔

جب سرسید احمد خاں نے ۱۸۳۹ میں اپنی تصنیف و تالیف کا آغاز کیا تو ان کے موضوعات میں تاریخ و سوانح اور مذہب نمایاں تھے۔ ۱۸۵۷ سرسید احمد خاں کی زندگی میں انقلابی سال کے طور آیا۔ ۱۸۵۷ کے بعد سرسید احمد کا مقصد مسلمانوں کی حمایت تھا۔ ۱۸۵۷ کی جدوجہد آزادی کے دوران انگریزوں کے خلاف مسلمانوں کو قصوروار ٹھہرایا گیا۔ سرسید نے ٹھان لی ہے کہ مسلمانوں پر لگے الزامات کا دفاع کرنا ہے اور انگریزوں کے ذہنوں میں ہندوؤں کی پھیلائی ہوئی بدگمانیوں کو دور کرنا ہے۔ اُن کو یہ بھی یقین تھا کہ انگریزوں نے ۱۸۵۷ کو سمجھنے میں غلطی کی ہے۔

مرادآباد میں قیام کے دوران سرسید احمد خاں نے آگرہ سے ایک رسالہ "اسباب بغاوت ہند" کے نام سے نکالا۔ اس میں مسلمانوں پر لگائے گئے الزامات کی تردید کی۔ [۱۳]

چونکہ سرسید احمد خاں انگریز حکومت کے ملازم تھے اس کے باوجود انھوں نے جرات مندانہ طریقے سے مسلمانوں کے حق میں آواز بلند کی۔ یہ رسالہ "اسباب بغاوت ہند" Muffsellite Press پریس سے شائع ہوتا تھا۔

رسالہ "اسباب بغاوت ہند" کی اشاعت کے بعد حکومت برطانیہ کے بعض اعلیٰ عہد اروں نے اپنے تحفظات کا اظہار کیا۔ بحیثیت مجموعی اس رسالے کی اشاعت مسلمانوں کے حق میں بے حد سود مند ثابت ہوئی اور کچھ عرصے بعد حکمرانوں کے رویوں میں کافی بہتری بھی آگئی۔ اس کے کچھ عرصے بعد سر ولیم ہنٹر کی مشہور زمانہ کتاب "Our Indian Muslims are they bound in conscience to rebel against the Queen" یہ بھی مسلمانوں کو قصوروار ٹھہرانے کے طرز عمل کے خلاف ایک رد عمل تھا۔ (۱۴)

رسالہ "اسباب بغاوت ہند" سرسید کی زندگی میں ایک بار ہی چھپا تھا۔ سرسید احمد خاں کے نظریات سے بعض مسلمانوں کے ایک طبقے کو اختلاف رہا ہے جبکہ سرسید احمد خاں نے ہمیشہ مسلمانوں کی بھلائی کیلئے کام کیا ہے۔

علی محمد خاں کا مضمون "حیات جاوید کی حمایت میں" "حیات جاوید" مولانا حالی کی تصنیف ہے جو انھوں نے سرسید احمد خاں پر لکھی ان کے مطابق الطاف حسین حالی کی سوانح عمریاں جدید عہد میں ایک نئی روایت کی حیثیت رکھتی ہیں۔

"حیات جاوید" ۱۹۰۱ میں تصنیف ہوئی۔ یہ مولانا الطاف حسین حالی کا بڑا کارنامہ ہے انہوں نے نامساعد حالات کے باوجود سرسید احمد خاں کی بہترین سوانح حیات لکھی۔ "حیات جاوید" میں ہے کہ سرسید احمد خاں اپنے مخالفین سے اس قدر تنگ آگئے تھے کہ انہوں نے ملک سے جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ مخالفین نے سرسید احمد خاں پر تہمت لگائی کہ یہ شخص قرآن و سنت کی تعلیمات کو پھیلانے کے بجائے انگریزی اور سائنسی تعلیم کی حمایت کرتا ہے۔

سرسید احمد خاں کی سوانح لکھنے کا خیال اُن کے ایک دوست کرنل گریہم کو آیا۔ جنھوں نے ان کی زندگی میں سرسید کی بائیو گرافی لکھ کر شائع کر دی تھی۔ (۱۵) اس بات کا ذکر بھی "حیات جاوید" میں ہے کہ ایک غیر قوم کا فرد کرنل گریہم اس ضروری کام میں سبقت لے جاتا ہے۔ یوں تو سرسید احمد خاں کے بارے میں لکھنا آسان تھا لیکن چوں کہ مخالفوں نے ان کے بارے میں بہت کچھ لکھا تھا۔ اوراق کا جواب دینا لازمی تھا اس لیے سرسید کی سوانح عمری میں اوصاف کے ساتھ کمزوریوں کو واضح کرنا ایک مشکل کام تھا۔

سرسید احمد خاں کی وفات کو سو سال سے زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود آج اُن کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ "حیات جاوید" الطاف حسین حالی کا ایک قابل تحسین عظیم کارنامہ ہے۔ یہ دوسرے سوانح نگاروں کیلئے قابل تقلید ہے۔

افضل حق کا مضمون "نوادر سید" میں سرسید کے بارے میں چند نئی دستاویزات پیش کی گئی ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱. نواب کلب علی خاں فائق کی طرف سے مدرسۃ العلوم کیلئے مشروط امداد کی سند جو سرسید احمد خاں کو دی گئی۔ مولوی عبدالرحمٰن شاکر ایڈیٹر نورالانوار کانپور اور سرسید کے دو خط جو سرسید کی جانب سے اخبار میں چھپے ہوئے اشتہار کے سلسلے میں ہیں۔ اس کے ساتھ سرسید کا اشتہار والا خط بھی درج کر دیا گیا ہے۔

۲. "سفیر ہندوستان" امرتسر کی اشاعت ۲۶ مئی ۱۸۷۷ میں سرسید کا ایک اشتہار شائع ہوا جس میں انھوں نے طالب علموں کی یورپ میں تعلیم کیلئے امداد کی اپیل کی تھی۔ سرسید نے اس حوالے سے "سفیر ہندوستان" کے مدیر کو وضاحتی خط بھی لکھا جو "سفیر ہندوستان" میں چھپا۔ یہ دونوں دستاویزات "تہذیب الاخلاق" سے نقل کی گئی ہیں۔

۳. سرسید کو لکھے جانے والا ایک خط مولوی نیاز علی کا ہے جنھیں سرسید احمد خاں نے خط لکھ کر اپنی تفسیر قرآن کی قیمت اور فروخت سے متعلق کچھ معاملات کی وضاحت کی ہے یہ خط ڈاکٹر سلطان محمود حسین کی تالیف "تاریخ پسرور" سے لیا گیا ہے۔

۴. روئداد اجلاس چہارم "محمڈن ایجوکیشنل کانگریس" میں سرسید کی ایک رپورٹ شامل ہے جس میں ان کا یہ خط متعلق روئداد سے یہاں لیا گیا ہے۔

۵. سرسید احمد کا خط بنام مدیر "چودھویں صدی" جس میں انھوں نے سرکاری ملازمت میں غیر اسلامی قانون کے بارے میں احکامات پر بات کی ہے۔

۶. سرسید احمد خاں کا خط "محمڈن اینگلو اورینٹل" کانفرنس کے اراکین کے نام ہے جس میں کمیٹی کے متعلق کچھ تجاویز دی گئی ہیں۔

۷. سرسید کی اسی ویں سالگرہ کی مبارکباد کے سلسلے میں جوابی خط

۸. میر شاکر علی کی خطاطی دیکھنے کے بعد سرسید احمد کا تاثراتی خط

۹. سرسید کا امیر مینائی کی امیر اللغات کی تین جلدیں شائع ہونے پر ایک تعریفی خط

۱۰. سرسید احمد خاں کا مولوی عنایت دہلوی کے نام جس میں ٹی ڈبلیو آرنلڈ کی کتاب "پریچنگ آف اسلام" کے ترجمے "دعوت اسلام" کے کچھ مباحث اصلاح کی تجویز کی گئی ہے۔

اب تک چند مضامین کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے جو مجھے زیادہ پسند آئے اب کچھ ایسے مضامین کا نسبتاً مختصر جائزہ لیا جا رہا ہے جو اپنے موضوع پر اہمیت کے حامل ہیں۔ سرسید شناس اصغر عباس نے اپنے مقالے "سرسید کے پنجاب کے پانچ سفر" میں سرسید کے اسفار پنجاب کی تفصیل دی ہے۔ سرسید احمد خاں نے ۱۸۹۴، ۱۸۸۸، ۱۸۸۴، ۱۸۷۳، ۱۸۹۵ میں پنجاب کے پانچ سفر کیے۔ ان اسفار کے دوران وہ پنجاب کے شہروں لاہور، امرتسر، جالندھر اور گورداس

پور گئے۔ مقالہ نگاروں نے ان اسفار کی روداد "علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ" میں شائع ہونے والی روئدادوں سے یہاں درج کی ہے۔ اپنے موضوع پر یہ مقالہ بہت اہمیت کا حاصل ہے۔

نامور محقق رفاقت علی شاہد کا مقالے "آثارالصنادید" کی اشاعتی تاریخ معہ تجزیاتی مطالعہ میں سرسید کی معروف تصنیف کی اشاعتوں کی تفصیل اور تحقیقی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ سرسید کی یہ کتاب دہلی کی تاریخ اور تاریخی عمارتوں کی تفصیل کے بارے میں ہے۔ مقالہ نگار نے آثارالصنادید کی جن اشاعتوں کی تفصیل اور ان پر تحقیقی مطالعہ تحریر کیا ہے ان کی فہرست درج ذیل ہے۔

اشاعت اول ۱۸۴۷

اشاعت دوم ۱۸۵۴

اشاعت سوم ۱۸۷۶

اشاعت چہارم ۱۹۰۴

اشاعت پنجم ۱۹۵۹

اشاعت ششم ۱۹۶۵

اشاعت ہفتم ۱۹۶۶

اشاعت ہشتم ۱۹۹۰

اشاعت نہم ۱۹۵۱ (جزوی اشاعت)

اشاعت دہم ۲۰۱۷ (جزوی اشاعت)

شمس بدایونی نے اپنا مقالہ "کتاب فقرات یعنی صدپند فارسی" پر تحریر کیا ہے۔ یہ مقالہ سرسید احمد خاں کی کتاب فقرات، کے بارے میں ہے جس میں حکیم لقمان کی مشہور کتاب صدپند کو اردو زبان میں ڈھالا ہے۔ یہ مقالہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک حصہ تحقیقی جائزے اور دوسرا کتاب کے متن اور موضوع (پندوموعظمت) پر ہے۔ اس کی دو اشاعتیں ہوئیں۔

حمیرا ارشاد کا مقالہ سرسید کے سفرنامے "مسافران لندن" کی لاہور اور علی گڑھ کی اشاعتوں کے تقابل پر ہے۔ اس میں انھوں نے پہلے تو سرسید کے سفر لندن کا مقصد بیان کیا ہے۔ سرسید کے لندن کے سفر کا مقصد ہندوستان کے مسلمانوں اور انگریزوں کے درمیان پیدا ہونے والی نفرت ختم کرنے، طالب علموں کے یورپ جانے کے اخراجات کا انتظام کرنے اور مسلمانوں کو جدید تعلیم سے روشناس کرانے کی کوشش کرنا۔ یہ روداد پہلے "سائنٹیفک

سوسائٹی گزٹ" علی گڑھ میں شائع ہوئی۔ "مسافران لندن" پہلی بار مجلس ترقی ادب لاہور سے ۱۹۶۱میں شائع ہوئی۔ جسے شیخ محمد اسماعیل پانی پتی نے مرتب کیا تھا۔ اس کے علاوہ اس کتاب کی اشاعت علی گڑھ سے ۲۰۰۹ میں ہوئی۔اسے معروف سرسید شناس ڈاکٹر اصغر عباس نے مرتب کیا تھا۔ [۱۶]

حمیرا ارشاد نے دونوں تجزیاتی اور تحقیقاتی مطالعہ کرکے خوبی اور خامیاں واضح کی ہیں۔ یہ مقالہ اپنے موضوع پر اہم مباحث کا حامل ہے۔ سید عبد اللہ کا مضمون "سرسید کا اثر ادبیات اردو پر" میں سرسید کی تصانیف میں حقیقت پسندی، تحقیق، سائنسی نقطہ نظر کے اثرات واضح کیے گئے ہیں۔ سید عبد اللہ کے مطابق سرسید کا انداز دوسرے ادیبوں سے مختلف رہا ہے۔ دینی و مذہبی ادب پر ان کی دو کتابیں "تبین القلام" اور تفسیر القرآن" ہے۔ ان دونوں تصانیف سے دینی ادب کے اسلوب پر گہرا اثر مرتب ہوا ہے۔ حال ہی میں وفات پانے والے ابوالکلام قاسمی کا مقالہ "سرسید کا اسلوب نثر" پر ہے اس مقالے میں وہ بیان کرتے ہیں کہ سرسید احمد خاں کا طرز تحریر دیگر ادیبوں سے مختلف رہا ہے ان کا انداز تحریر اور زبان وبیان اپنی بعض خوبیوں کی بنا پر موثر رہا ہے۔ سرسید کے طرز تحریر میں استدلالی اور تجزیاتی طریق کار پایا جاتا ہے۔ یہ مقالہ سرسید کے موثر اسلوب نثر کی خصوصیات واضح کرنے کی وجہ سے اہمیت کا حامل ہے۔ڈاکٹر اصغر عباس کا مقالہ "سرسید اور محمد حسین آزاد" پر ہے۔ مقالہ نگار نے سرسید اور محمد حسین آزاد کے روابط اور سرسید اور محمد حسین کی ذہنی مطابقت کے بارے میں لکھا ہے۔۔ محمد حسین آزاد سرسید احمد خاں کی تحریک کے ایک روشن چراغ کی حیثیت سے اہمیت کے حامل تھے۔ اصغر عباس کے اس مقالے سے سرسید احمد خاں اور محمد حسین آزاد کے تعلقات کی نوعیت واضح ہو جاتی ہے۔

ڈاکٹر خلیق انجم کا مقالہ "سرسید۔ اکبر اور سیر سید" دونوں شخصیات کے مابین تعلقات پر مبنی ہے۔ اس میں انھوں نے واضح کیا ہے کہ سر سید احمد خاں کے کارناموں، مسلمانوں کو بیدار کرنے کی کوششوں، مسلمانوں کو جدید تعلیم سے روشناس کرنے اور مسلمانوں کو ایک طاقت ور قوم کے طور پر دیکھنا چاہتے تھے۔ یہ کام اتنا آسان نہ تھا اس راستے میں سرسید کو جن مخالفین کا سامنا کرنا پڑا اُن میں اکبر الہ آبادی بھی تھے۔ اکبر الہ آبادی کی فکر اور سوچ کا انداز عام مسلم دانشوروں کی طرح تھا۔ انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعے اپنے طنزومزاح کے نشتر سرسید پر چلانا شروع کر دیے۔ یہ مقالہ سرسید پر اکبر الہ آبادی کی طنزیہ شاعری اور نثر کی اہمیت واضح کرتا ہے۔

زاہد منیر عامر نے "سرسید شناسی کا دورِ اول اور ظفر علی خاں" کے موضوع پر اپنا مقالہ لکھا۔ یہ مقالہ دراصل سرسید اور ظفر علی خاں کے ایک مضبوط تعلق کے بارے میں ہے۔ ظفر علی خاں نے علی گڑھ کالج میں داخلے کے بعد علی گڑھ کے جلسوں میں نظمیں پڑھنا شروع کیں تو سرسید ان کی شاعری سے بہت متاثر ہوئے۔ ظفر علی خاں

بھی سرسید کی شخصیت سے محبت اور عقیدت رکھتے تھے۔ سرسید کو نائٹ ہڈ کا خطاب ملنے کے موقع پر مسٹر کینڈی نے جو خطاب کیا، ظفر علی خاں نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ "حیات جاوید" میں شامل ہے۔ (۱۷)

یہ مقالہ سرسید اور ظفر علی خاں کے روابط کی بعض اہم جہتوں کو سامنے لاتا ہے۔ مقالے کی طوالت کو مدنظر رکھتے ہوئے مقالات پر جائزے کا سلسلہ یہاں ختم کیا جاتا ہے۔ چوں کہ سرسید پر اس اہم ترین خاص شمارے میں سبھی مضامین قابل مطالعہ اور قابل استفادہ ہیں۔ اس لیے آخر میں بقیہ مضامین کی فہرست پیش کی جاتی ہے۔ اس سے قارئین کو یہ معلوم ہو سکے گا کہ اس خاص شمارے میں محققین اور نقادوں کی کیسی کیسی اہم تحریریں شامل ہیں۔

بقیہ مضامین کی فہرست درج ذیل ہے۔

۱.حیات سرسید ماہ و سال کے آئینے میں ا	فضل حق قرشی
۲.ذکر ایک نائب منشی کا	اقتدار عالم خاں
۳.سید احمد خاں اور مغل عہد	ڈیوڈ لیلی / محمد شمیم الزماں
۴.سرسید کا تاریخی شعور	اقتدار حسین صدیقی / جمشید احمد ندوی
۵.سید احمد خاں اور تاریخ نویسی	عرفان حبیب
۶.آثارالصنادید: آثاریات پر ایک نادر دستاویز	ضیاالرحمٰن صدیقی
۷.سرسید احمد خاں اور فارسی زبان	انجم حمید
۸.سرسید کا علم کلام	حبیب اللہ غضنفر
۹.سرسید کا مذہبی شعور	شوکت سبزواری
۱۰.سرسید کی اسلامی بصیرت کا تنقیدی جائزہ	جمال خواجہ
۱۱.سرسید کا نظریہ عقل و فطرت	اسلوب احمد انصاری
۱۲.سرسید کی سیرت نگاری، خطبات احمدیہ کے حوالے سے	محمد یٰسین مظہر صدیقی
۱۳.سرسید پر ولی اللہی تحریک اور وہابی تحریک کے اثرات	اقتدار حسین صدیقی
۱۴.عصر حاضر میں سرسید کے تعلیمی مشن کی معنویت	محمد مسعود عالم قاسمی
۱۵.سرسید کا سیاسی شعور	نورالحسن نقوی
۱۶.سرسید کا سیاسی نقطہ نظر	شان محمد
۱۷.مسلمانوں کی موجودہ صورتحال میں سرسید کی معنویت	محمد یٰسین

۱۸. اردو کا شعری وادبی سرمایہ اور سرسید کا اصلاحی وافادی نقطہ نظر	قمر الہدیٰ فریدی
۱۹. سرسید احمد خاں، حاضرین ومتاخرین کی نظر میں	سی ڈبلیو ٹرول / قاضی افضال حسین
۲۰. سرسید احمد خاں اور مولانا محمد قاسم ناتوتوی	ظفر احمد صدیقی
۲۱. سرسید کے ایک معاصر عالم، حافظ محمد لکھوی	امجد علی شاکر
۲۲. تحریک سرسید کی ایک اہم شخصیت، شمس العلما سید ممتاز علی	نازنین اختر
۲۳. تنقید سرسید، اکیسویں صدی میں	امجد طفیل
۲۴. سرسید کا مخالف اخبار "میموریل گزٹ"	محمد عتیق صدیقی
۲۵. سرسید احمد خاں	عنایت اللہ
۲۶. آنر ایبل سرسید احمد خاں بہادر غفرلہ	عبد الرزاق کانپوری
۲۷. سرسید کی زندگی کے چند روحانی گوشے	راشد عزیز وارثی

حوالہ جات

۱۔ قرشی افضل حق، حیات سرسید ماہ وسال کے آئینے میں سہ ماہی "صحیفہ" لاہور شمارہ ۲۳۰۰-۲۳۴-۱۲۳۴جولائی ۲۰۱۷ء۔ ستمبر ۲۰۱۸، مجلس ترقی ادب، لاہور، ص۹

۲. ایضاً ص ۱۲

۳۔ قاسمی محمد مسعود عالم، عصر حاضر میں سرسید احمد خاں کے تعلیمی مشن کی معنویت ، ص ۲۹۴

۴۔ قرشی افضل حق، حیات سرسید ماہ وسال کے آئینے میں ص۹

۵۔ فراقی تحسین، سرسید، چند معروضات اور ان کے دو غیر مطلوبہ مکتوب، ایضاً ص ۲۳

۶. ایضاً ص ۲۴

۷۔ ناشاد، ارشد محمود "مسدس حالی" سرسید احمد خاں اور فیروز الدین فائض، ایضاً ص۵۷

۸۔ ایضاً ص ۵۸

۹۔ ایضاً ص ۵۹

۱۰۔ ایضاً ص۶۱

۱۱۔ نعمانی، شبلی، "سید سر مرحوم اور اردو لٹریچر" ایضاً ص۳۵۸

۱۲۔ سرور احمد، آل، سرسید کے ایک مخالف، مولوی علی بخش خاں شرر، ایضاً ص ۴۴۴

۱۳۔ عقیل، معین الدین، سرسید کا سب سے اہم کارنامہ، ایضاً ص ۳۴۰

۱۴۔ ایضاً ص ۳۴۰

۱۵۔ ایضاً ص ۳۴۱

۱۶۔ حمیرا ارشار، سرسید کے سفر نامے مسافران لندن کی لاہور اور علی گڑھ کی اشاعتوں کا تقابلی، ایضاً ص ۱۴۸

۱۷۔ عامر، زاہد منیر، "سرسید شناسی کا دور اول اور ظفر علی خاں" ایضاً ص ۵۲۳

References in Roman Script:

1. Qarshi, Afzal Haq, Hyaat e Sir Syed, Mah o Saal Kay Aeiny mein, She Mahi"Saheefa", , Shumara 1234-2300, July 2017 to September 2018, Majlis Taraqqi e Adab, Lahore, P.9
2. Ibid, P-220
3. Qasmi, M.Masood, Alam, Asr e Hazir mein Sir Syed ky Taleemi Mission ki Manviyat, P.294
4. Qarshi, Afzal haq, Hayat e Sir Syed Mah o Saal Kay Aeiny Mein, P.9
5. Firaqi, Tehseen, Sir Syed, Chand Maroozat awr unkay do Ghair Matbooa Maktoob, P.23
6. Ibid, P.220
7. Nashaad, Arshad Mahmood, Musadas e Haali, Sir Syed Ahmad Khan awr Ferooz Ud Din Faiz, P.57
8. Ibid, P.58
9. Ibid, P.59
10. Ibid, P.61
11. Nomaani, Shibli, Sir Syed Marhoom awr Urdu Literature,P.358
12. Saroor, Aal e Ahmad, Sir Syed kay aik Mukhalif, Moulvi Ali Bakhsh Sharar, P.444
13. Aqeel, Moeen Ud Din, Sir Syed ka Sab say Bara Karnaama, P.340
14. Ibid, P.41
15. Ibid,P.51
16. Humaira Arshad, Sir Syed ky Safar Namy" Musafiran e London" Ki Lahore awr Ali Garh ki Ishaton ka Taqabali Mutala, P.148
17. Amir, Zahid Munir, Sir Syed Shanasi ka Dour e Awal awr Zafar Ali Khan, P.523